اسلام میں اختلاف کے آداب

(۴)

عہدِ صحابہ میں اختلاف اور اس کے آداب

ترجمہ و تلخیص: جناب عبد الحی ابڑو صاحب - اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد۔

بعض مصنفین نے صحابہ کرامؓ کے کردار اور زندگی کی جس طرح منظر کشی کی کوشش کی ہے اس سے عام لوگوں نے ان کے بارے میں یہ تصور قائم کر لیا ہے کہ یہ لوگ اپنے اوصاف و کردار کے لحاظ سے کچھ اس طرح کے لوگ تھے کہ ان جیسے اوصاف و کردار کے حامل گروہ کا دوبارہ پیدا ہونا ناممکن ہے۔ دراصل ایسا تصور قائم کرنا نہ صرف روحِ اسلام کے منافی ہے۔ بلکہ اس کو بنیاد بنا کر چند بے راہرو لوگوں نے یہ تاثر دینا شروع کر دیا ہے کہ عہدِ صحابہ کے بعد قرآن و سنت کے سائے میں اسلامی زندگی گزارنے کے عہد کو واپس لانا محال ہے لہٰذا اس کی کوشش ترک کر دینی چاہیے۔ وہ اپنے اس رویے سے دلوں میں شریعت کے سایے میں زندگی گزارنے کی امید کی کرن کو بجھانا چاہتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی مثالی جماعت قرآن و سنت ہی کی وجہ سے وجود میں آئی۔ اور ہدایت کے یہ دونوں سرچشمے ہمارے درمیان بھی موجود ہیں۔ اور یہ ہر زمان و مکان میں اسی طرح کی خدا ترس جماعت کو وجود میں لانے کی مکمل صلاحیت و طاقت رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ انہیں نظامِ زندگی کے طور پر اپنایا جائے۔ اور ان کی مقرر کردہ راہوں کو اختیار کیا جائے۔ اور ان سے اسی طرح استفادہ کیا جائے جس طرح صحابہ کی جماعت نے کیا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا کہ اس زمانے میں اسی طرز کی جماعت کا عالمِ وجود میں آنا محال ہے۔ گویا کتاب اللہ

اور سنتِ رسول کو ناقص قرار دینے کے مترادف ہے۔ یہ تاثر دینے کی کوشش کہ صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں ان دونوں کا انقلاب آفریں اثر مخصوص حالات کے تابع تھا اور عصر حاضر میں پیدا ہوتے والے نئے تقاضوں اور نظاموں نے انہیں پیچھے چھوڑ دیا ہے (معاذ اللہ) نہ صرف یہ کہ باطل اور ناقابلِ قبول ہے بلکہ ایسا خیال رکھنے والا فرد یقینی طور پر صریح کفر و عصیان کا مرتکب ہو رہا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے درمیان بہت سے معاملات میں اختلاف رونما ہوتا تھا، جس کا فیصلہ حضورؐ اپنی زندگی ہی میں فرما دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ جب آپؐ کے دور میں اس طرح اختلاف ہو سکتا تھا تو بعد میں کیسے نہیں ہو سکتا تھا! اختلافات پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ اور وہ بجا طور پر کئی اسباب کی بنا پر ایک دوسرے سے اختلاف کرتے تھے لیکن اس کے آداب و اصول کا بھی وہ پوری طرح لحاظ رکھتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بھی اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ آپؐ کے انتقال کے بعد ان کے درمیان واقع ہونے والے کچھ اہم اختلافی مسائل یہ ہیں:۔

۱۔ حضور اکرمؐ کے انتقال کے بارے میں اختلاف آپؐ کے انتقال کے بعد سب سے پہلا اختلاف آپؐ کی وفات کی حقیقت کے سلسلے میں پیش آیا۔ سیدنا عمرؓ اس بات پر مصر تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی اور یہ محض منافقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی افواہ ہے حتیٰ کہ آپؓ نے انہیں اس پر دھمکیاں بھی دیں۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے تو آپؓ نے یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِئْنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران: ۱۴۴)

(اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایک رسول ہیں، ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا۔ البتہ جو اللہ کے شکر گذار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔"

اس کے بعد پھر انہوںؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ - (الزمر ۔ ۳۰)

"(اے نبیؐ) تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے۔"

یہ آیات کریمہ سنتے ہی حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اور ساتھ ہی خود بھی زمین پر گر پڑے۔ اور انہیں آپؐ کے وصال اور وحی کے انقطاع کا یقین ہو گیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی تلاوت کردہ آیات کے متعلق وہ خود کہا کرتے تھے: "بخدا، گویا کہ میں نے انہیں پہلے کبھی پڑھا ہی نہیں تھا۔"

بعد میں اپنی خلافت کے دوران میں حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ کے ایک سوال کے جواب میں اپنے اس موقف کی یہ توجیہہ فرمائی کہ یہ غلط فہمی اس آیت کریمہ کی وجہ سے ہوئی تھی:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا - (البقرہ ۔ ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔"

چنانچہ میں جب بھی اس آیت کریمہ کی تلاوت کرتا اس سے میں یہی سمجھتا کہ حضور اکرمؐ اپنی امت کے درمیان میں ہمیشہ موجود رہیں گے تاکہ آخری زمانے تک اس کے اعمال پر شہادت دے سکیں۔ اسی بنا پر میں نے یہ بات کہی تھی۔

گویا کہ آپؓ نے ان آیات کے مفہوم کو سمجھنے میں اجتہاد سے کام لیا اور یہ سمجھا کہ اس سے مراد دنیا میں گواہی ہے۔ جس کا تقاضا یہ ہے کہ امت کے آخری دور تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ رہیں۔

۲۔ تدفینِ رسولؐ کے بارے میں اختلاف

صحابہ کرامؓ کے مابین اس بارے میں بھی اختلاف واقع ہوا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ آپ کو مسجد نبوی میں دفن کیا جائے۔ کسی نے آپؐ کو اصحابؓ کے ساتھ دفن کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "ہر نبی کو اسی جگہ دفن کیا گیا جہاں اس کی روح قبض ہوئی۔" چنانچہ جس بستر پہ آپؐ کی وفات ہوئی تھی اُسے اٹھا کر وہیں زمین کھود کر آپؐ کی قبر مبارک بنائی گئی۔

۳۔ خلافتِ رسولؐ پر اختلاف

اس بات پر بھی صحابہؓ کا آپس میں اختلاف واقع ہوا کہ خلافت مہاجرین کا حق ہے یا انصار کا؟ خلیفہ بس ایک ہو یا کئی ایک؟ اس اختلاف کو بھی انہوں نے آنحضورؐ کے اُسوۂ حسنہ اور اقوال کی روشنی میں نہایت عمدہ طریقے سے حل کر لیا جس کی تفصیل کتبِ سیرت میں موجود ہے۔

۵۔ مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کے بارے میں اختلاف

یہ چوتھا اہم معاملہ تھا جس کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف وقوع پذیر ہوا جسے انہوں نے اپنی نیتوں کی سچائی اور اختلاف کے آداب پر سختی سے کاربند رہنے کی وجہ سے بحسن و خوبی حل کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت کے بعد بعض نومسلم قبائل ارتداد کا راستہ اختیار کر کے مسیلمہ کذاب جیسے جھوٹے مدعیانِ نبوت کے پیروکار بن گئے تھے۔ اور کچھ قبائل نے نماز اور زکوٰۃ سے اور بعض دیگر قبائل نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ دراصل ان لوگوں کا حضرت ابوبکرؓ کو زکوٰۃ نہ دینے کا سبب جاہلانہ تکبر و نخوت تھی۔ شیطان نے ان کے ذہن میں ایک غلط تاویل بھی ڈال دی کہ شرعی اُصول کے مطابق زکوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو نہیں دی جا سکتی۔ اس لیے کہ مندرجہ ذیل آیت میں زکوٰۃ لے کر ان کے تزکیہ و تطہیر اور ان کے لیے دُعا کرنے کے حکم کے آپؐ ہی مخاطب تھے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (التوبہ-۱۰۳)

"اور ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں صاف اور پاکیزہ کرو۔ اور ان کے حق میں دُعائے رحمت کرو، کیونکہ تمہاری دُعا اُن کے لیے وجہ تسکین ہوگی۔ اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے"۔

مانعینِ زکوٰۃ یہ بھول گئے یا انہوں نے اس بات سے تجاہلِ عارفانہ برتا کہ یہ خطاب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود نہیں بلکہ آپ کے بعد اُمورِ مملکت سنبھالنے والے ہر خلیفہ و نائب کے لیے بھی ہے۔ اس لیے کہ آپؐ سے یہ خطاب اسلامی ریاست کے سربراہ اور مسلمانوں کے امام کی حیثیت سے تھا۔ اور زکوٰۃ وصول کر کے اس کے مستحقین تک پہنچانا معاشرے کو منظم کرنے اور اس کے انتظام کو چلانے کے سلسلے میں کیے جانے والے اُمور کا ایک حصہ ہے جس کی ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے بعد مسلمانوں کے معاملات چلانے والے آپؐ کے نائبین تک منتقل ہوتی رہے گی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے والا ہر مسلمان نماز کی پابندی اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی بھی بیعت کرتا تھا۔ اس لیے دونوں فریقوں کے درمیان تفریق کا کوئی جواز نہیں تھا۔ خلیفۂ اوّل کا موقف بھی یہی تھا۔ اسی لیے انھوں نے مانعینِ زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا، تاکہ انھیں زکوٰۃ ادا کرنے اور توبہ کرکے دائرہ اسلام میں واپس آکر حضورِ اکرمؐ سے کیے گئے عہد و پیمان کی پابندی پر آمادہ کیا جائے۔

خلیفۂ اوّلؓ کے اختیار کردہ اس موقف پر ان کے اور حضرت عمرؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوا، جن کی رائے شروع میں ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرنے کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں: ”جب رسولِ اکرمؐ کا وصال ہوا اور حضرت ابوبکرؓ کے سامنے بعض قبائلِ عرب کے کفر و ارتداد کا مسئلہ پیش ہوا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اُس وقت تک جنگ جاری رکھوں جب تک کہ وہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار نہ کرلیں۔ پھر جس نے اس کلمہ کا اقرار کر لیا اُس کی جان و مال امان میں ہے.....“ تو جب یہ لوگ کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے کے بعد اپنی جان و مال کی امان پا چکے ہیں تو پھر آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: ”میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرے گا۔ اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا اگر وہ بکری کا ایک بچہ بھی، جو وہ رسول اکرمؐ کو دیتے تھے روکیں گے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کا جنگ کے بارے میں شرحِ صدر دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق اور صحیح راستہ ہے“۔

حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے سے اتفاق کر لیا۔ اس لیے کہ جس طرح نماز کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح زکوٰۃ کا منکر بھی مرتد ہو جاتا ہے جس سے جنگ واجب ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات اور احادیث مبارکہ میں نماز اور زکوٰۃ کا ایک دوسرے کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کا حکم ایک ہے اور ان کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اگر ایسا مضبوط موقف اختیار نہ کیا ہوتا تو شاید اسلام کی یہ قوت و شوکت نہ ہوتی اور وہ صرف مکہ و مدینہ تک محدود ہو کر رہ جاتا، اور ارتداد وغیرہ کے فتنے پورے

جزیرۂ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے۔

۵- بعض مسائل فقہیہ میں اختلاف

ان نازک معاملات کو چھوڑ کر جن کا فیصلہ ہو گیا تھا، اگر ہم دوسرے اختلافی مسائل کا جائزہ لیں تو آدابِ اختلاف اور علما کی طرف سے ایک دوسرے کی تعظیم و تکریم کے حیرت انگیز مناظر سامنے آتے ہیں۔ مندرجہ بالا اختلافی مسائل کے علاوہ جنگ میں مارے گئے مرتدین کی عورتوں کو قید کرنے یا نہ کرنے کا مسئلہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان مختلف فیہ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی رائے یہ تھی کہ انھیں گرفتار کر کے لونڈیاں بنایا جائے۔ جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے اس کے برعکس تھی۔ جنھوں نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے کو توڑ کر انھیں آزاد قرار دے کر ان کے رشتہ داروں کے سپرد کر دیا۔ سوائے ان کے جن کے مالک سے کوئی اولاد ہو گئی ہو، جن میں محمد بن علیؓ کی ماں خولہ بنتِ جعفر الحنفیہ شامل ہے۔

اسی طرح مفتوحہ اراضی کی تقسیم پر بھی ان کا آپس میں اختلاف تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اسے مجاہدین میں تقسیم کرنے کے قائل تھے، جب کہ حضرت عمرؓ کی رائے یہ تھی کہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے وقف رہنی چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے اسے تقسیم نہیں کیا۔

عطیات میں کمی بیشی اور ترجیح کے مسئلے پر بھی ان کی رائے ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ حضرت ابوبکرؓ عطیات میں برابری اور مساوات کے قائل تھے۔ جب کہ حضرت عمرؓ ترجیح کے قائل تھے۔ چنانچہ انھوں نے عطیات میں مسلمانوں کے درمیان مختلف اسباب کی بنا پر کمی و بیشی کا لحاظ رکھا۔

حضرت عمرؓ نے کسی کو اپنا جانشین مقرر نہیں کیا جب کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اسی طرح کئی اور فقہی مسائل میں ان کے درمیان اختلاف رائے موجود تھا۔ لیکن اس اختلاف کا نتیجہ باہمی محبت و تعلق میں اضافے کے سوا کچھ نہ نکلا، جس کا اظہار حضرت ابوبکرؓ کے اس قول سے ہوتا ہے، جو انھوں نے اس شخص کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا، جس نے حضرت عمرؓ کی بطور خلیفہ نامزدگی پر اعتراض کرتے ہوئے کہا تھا۔ ''آپ نے حضرت عمرؓ کو ہمارا خلیفہ نامزد کر دیا ہے۔ اور آپ کو ان کی سختی کا بھی بخوبی علم ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر آپ سے اس کے متعلق سوال کرے گا تو آپ کیا جواب دیں گے؟'' اُس وقت آپ نے جواب میں فرمایا تھا'' میں کہوں گا، خدایا! تیرے سب سے اچھے بندے کو میں نے ان کا خلیفہ بنایا تھا''۔

دوسری طرف کسی نے حضرت فاروقِ اعظم رضؓ سے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر رضؓ سے بہتر ہیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور فرمایا کہ بخدا ابوبکر رضؓ کی ایک رات عمر اور آلِ عمر سے بہتر ہے۔

شیخین کے اختلافات کی یہ ایک جھلک تھی۔ ان کے مابین آراء میں اختلاف تو واقع ہوا مگر دل ایک دوسرے سے جڑے رہے اور چونکہ انہیں آسمانی تعلق کی رسیوں نے جکڑ رکھا تھا اس لیے زمین کی مٹی کا ان پر بس نہ چل سکا۔

حضرات عمرؓ و علیؓ کے مابین اختلافات حضرات عمر و علی رضی اللہ عنہما کے مابین بھی کچھ اختلافات تھے۔ لیکن ہمیشہ باہمی احترام و ادب کے دائرہ ہی میں رہتے۔ ایک واقعہ بطور نمونہ پیش کرتے ہیں، جس سے آپ اُن اختلافات کی نوعیت کو بخوبی سمجھ سکیں گے۔ ایک عورت کا شوہر غائب تھا اور اس کے ہاں لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ حضرت عمر رضؓ کو یہ بات ناگوار گزری، آپ نے اسے بلا بھیجا۔ قاصد نے جب اُسے حضرت عمر رضؓ کے پاس چلنے کو کہا تو وہ لگی چیخنے چلانے کہ نہ جانے عمر رضؓ نے اسے کیوں بلایا ہے۔ بہر حال جب وہ گھر سے روانہ ہوئی تو خوف و گھبراہٹ کی وجہ سے راستے ہی میں اس کے دردِ زہ شروع ہوگیا۔ جس پر وہ ایک گھر میں داخل ہوگئی۔ جہاں اُس نے ایک بچے کو جنم دیا۔ لڑکا دو دفعہ چیخیں مار کر وہیں مرگیا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب کیا۔ بعض نے کہا کہ آپ پر کچھ نہیں۔ آپ تو ادب سکھانے اور نظام درست رکھنے والے حکمران ہیں۔ جب کہ حضرت علی رضؓ خاموش رہے۔ آپؓ نے حضرت علیؓ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: "اس سلسلے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا: ان حضرات نے اگر اپنا صحیح خیال ظاہر کیا ہے تو اُن کی رائے درست نہیں۔ اور اگر آپ کی رضا جوئی کے لیے انہوں نے ایسا کیا ہے تو آپ سے خیر خواہی نہیں کی۔ میرا خیال ہے کہ اس بچے کا خون بہا آپ پر ہے، اس لیے کہ آپ ہی کی وجہ سے عورت نے خوفزدہ ہو کر (قبل از وقت) بچہ جن دیا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ نے حکم دیا کہ بچے کا خون بہا اس کی قوم میں تقسیم کر دیا جائے (مسلم: باب دیۃ الجنین، ابو داؤد، نسائی)

حضرت عمر رضؓ نے امیر المومنین ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؓ کی رائے کو اختیار کرنے اور ان کے اجتہاد پر عمل کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کی۔ جبکہ دوسرے صحابہؓ کی آراء پر عمل کر کے آپ چھٹکارا پا سکتے تھے۔